اردو ادب کی ایک اہم سائنسی تفسیر

عاصم نعیم *

یورپ کی نشأۃ ثانیہ جدید علوم کی ترویج کا باعث بنی۔ جس کا نتیجہ بے شمار سائنسی ایجادات و انکشافات کی صورت میں نکلا اور انسانی تاریخ میں ایک انقلاب آ گیا۔ ان علوم وفنون نے بیشتر اذہان کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ موجودہ سائنسی دور میں ہر چیز کی سچائی کا معیار سائنس کو سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ مذہب کی سچائی کو بھی بعض لوگ سائنس کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں۔ انیسویں صدی میں جب مغربی دنیا میں سائنسی علوم نئے نئے متعارف ہوئے، تو وہاں بھی ایتھی ازم (Atheism) کی ایک لہر اُٹھ کھڑی ہوئی تھی، جس کا نظریہ تھا کہ جو چیز تجربہ سے ٹیسٹ نہیں ہو سکتی یا حساب سے ثابت نہیں ہو سکتی، وہ باطل ہے۔

اب مذہبی نظریات اور روحانی تجربات نہ تو حساب کے دائرہ کار میں آتے ہیں، نہ ہی کسی لیبارٹری میں قابلِ تجزیہ ہیں۔ چنانچہ سائنس سے مرعوب بے شمار لوگوں نے مذہب کو محض ڈھکوسلہ قرار دیتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے وجود سے بھی انکار کر دیا۔ لیکن جوں جوں یہ ثابت ہونے لگا کہ سائنس کوئی حتمی علم نہیں بلکہ یہ بھی بے شمار غیر ثابت شدہ مفروضوں پر قائم ہے تو بیسویں صدی کے شروع میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ مبارک سے روگردانی کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، اس میں کسی قدر کمی آنے لگی ہے، لیکن سائنس نے آزادیءِ رائے، تحقیق اور تنقید کے حق میں جو فضا پیدا کی تھی، مذاہب اس کی زد سے نہ بچ سکے۔ چنانچہ مغربی سکالرز نے جب عیسائی اور یہودی مذہبی کتابوں یعنی موجودہ انجیل اور تورات کا سائنسی انداز میں تجزیہ کیا تو ان میں بے شمار غلطیاں اور بنیادی قدرتی اصولوں کے خلاف نظریات پائے گئے، جس کا یہ مطلب لیا گیا کہ یہ کتابیں خالقِ کائنات کی نہیں ہو سکتیں بلکہ اپنے وقت کے انسانوں کی تخلیق ہیں۔ چرچ کے لیے یہ ایک بڑا دھچکا تھا۔ اس صورتحال میں چرچ نے اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لیے نئی سوچ نکالی کہ جہاں تک سائنسی اصولوں اور مادی حقائق کا تعلق ہے، یہ اسی زمانہ کے مطابق تھے، جب یہ کتابیں لکھی گئیں تھیں لیکن ان کے اخلاقی ضابطے اٹل ہیں۔ اس لئے اخلاقی اور مذہبی طور پر انجیل اور تورات وغیرہ پر اعتبار کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ توضیح لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کافی نہیں تھی۔ لہٰذا جدید سائنسی افکار کے زیرِ اثر عیسائی دنیا کی اکثریت مذہبی طور پر اب عیسائی نہیں رہی۔ اب عیسائیت کی جگہ مغربی تہذیب نے لے لی ہے،

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

جس کی بنیاد سیکولرزم (Secularism) ہے۔

اسلامی دانشور اور سائنسی رجحان:

اسلامی دنیا کے دانشوروں کا جدید سائنس سے متاثر ہونا فطری تھا۔اس تاثر کے نتیجے میں ان میں دو گروہ بن گئے ہیں۔ایک Conservative گروپ، جس میں زیادہ تر پرانی طرز کے علماء ہیں،وہ یا تو سائنس کے خلاف کھلی نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور قرآنِ حکیم کے متعلق کسی قسم کے سائنسی تجزیہ کی کھلی مخالفت کرتے ہیں۔ یا وہ سائنسی حقائق کو مذہب سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ان کا موقف یہ ہے کہ قران حکیم کی حقانیت اپنی جگہ مسلّمہ ہے۔اس کے لئے کسی سائنسی شہادت کی ضرورت نہیں ۔لہٰذا ان کے نزدیک "قرآن اور سائنس " کا موضوع ،نہ صرف یہ کہ فضول بات ہے بلکہ ایک خطرناک بدعت ہے،جس میں مسلمانوں کو ہرگز نہیں پڑنا چاہیے۔

ان بزرگوں کے برعکس ایک دوسرا گروپ ان دانشوروں کا ہے، جو اس مفروضہ پر کام کر رہا ہے کہ جلد ہی مسلمانوں کو سائنس کی طرف سے قرآن حکیم کے بارے وہی چیلنج پیش آئے گا، جو انیسویں بیسویں صدی عیسوی میں تورات اور انجیل کو پیش آیا تھا۔ لہٰذا سیکولر (Secular) دانشور نقادوں کا انتظار کیے بغیر اسلام کے یہ علماء ازخود قرآن حکیم پر سائنسی کام کر رہے ہیں اور دنیا پر قرآن حکیم کی سائنسی عظمت کو واضح کر رہے ہیں۔ان کے اس نظریہ کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن حکیم ،انجیل کی طرح انسانی تخلیق نہیں بلکہ یہ ہو بہو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس لیے اس میں کوئی حقیقی سائنسی غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لیے مسلمانوں کو سائنس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کہ قرآن پاک جھوٹا ثابت ہو جائے گا۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ سائنس اور قرآنِ پاک کے درمیان موافقت پا کر مشرق ہو یا مغرب ، ہر جگہ کے عقلِ سلیم رکھنے والے دانشور، اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہیں گے اور یوں فی زمانہ قرآن پر سائنس کے حوالے سے ریسرچ اسلام کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔

یہ دانش ور، علامہ محمد اقبال کے یہ قول کہ اسلام کا ظہور عقلِ استقرائی کا ظہور ہے، کو اہمیت دیتے ہیں۔(۱) سائنس و انجینئرنگ کے معروف استاد، اور زیرِ نظر موضوع سے دل چسپی رکھنے والے سکالر، ڈاکٹر فضل کریم کی نظر میں "قرآن اور جدید سائنس "کے موضوع پر پڑھنے اور لکھنے کا اولین مقصد یہی ہے کہ تخلیقِ ارض وسماء ، خلقت، نباتات، اور حیوانات اور دیگر مظاہرِ فطرت کا قرآنِ حکیم کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ جدید سائنس اور قرآنِ حکیم کے نظریات میں کہاں تک ہم آہنگی ہے؟ کون سے ایسے سائنسی نظریات، دریافتیں اور کرشمے ہیں، جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے؟ ، یا ان میں تطابق ہے یا اختلاف؟

ہوسکتا ہے کہ قرآنِ حکیم اور سائنس کے نظریات میں اختلاف ہو، مگر یہ اختلاف اسی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ

سائنس کے اصول، قوانین، اور فارمولے آزمائشی ہیں۔ اور ان میں تبدیلیوں کے امکانات ہیں۔ قرآنِ حکیم میں کئی ایسے حقائق کا انکشاف ہوا ہے کہ جدید سائنس ابھی تک ان کو سمجھ نہ سکی لیکن قرآن نے یہ حقائق اور راز انسان پر فاش کر دیئے ہیں۔ سائنس کو ان کے دریافت کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔(۲)

موصوف ڈاکٹر کی رائے میں آیاتِ متشابہات میں سائنسی حقائق کی طرف بلیغ اشارے ہیں۔ اور قرآنی اصطلاح، "راسخون فی العلم" سے مراد، دانشور، اور سائنس دان ہیں، جو ان آیات کی تشریح و تفسیر جان لیں گے۔(۳) ایک جگہ لکھتے ہیں:

> میں جب قرآنِ مجید کا مطالعہ کرتا ہوں، تو مجھے اس کی بعض آیات میں بلیغ سائنسی اشارے ورطہ حیرت میں ڈال دیتے ہیں، کہ جن حقائق وشواہد تک موجودہ جدید سائنس بعد از خرابی بسیار صدیوں کی مسافت طے کر کے پہنچی ہے، قرآن نے تو آج سے بہت پہلے ان حقائق سے بنی نوع انسان کو آگاہ کر دیا تھا۔(۴)

بایں وجہ بہت سے مسلمان دانشوروں نے اس نقطہ نظر سے قرآن کا مطالعہ کیا اور مذکورہ بالا مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سائنسی حقائق، جدید انکشافات اور دریافتوں کو قرآنی بیانات کے شواہد کے طور پر پیش کیا۔ شیخ طنطاوی جوہری (۱۸۷۰ء تا ۱۹۴۰ء) کی "الجواهر فی تفسیر القرآن الکریم" بھی اس کی ایک مثال ہے۔ برصغیر میں اس نقطہ نظر سے قرآن کا مطالعہ کرنے والوں میں سر سید احمد خان، علامہ عنایت اللہ مشرقی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، ڈاکٹر محمد رفیع الدین، سید ابوالاعلیٰ مودودی، وحید الدین خان، ڈاکٹر ذاکر نائیک، ڈاکٹر طاہر القادری، ڈاکٹر فضل کریم، اور سلطان بشیر محمود (ایٹمی سائنس دان)، کے نام پیش کیے جاسکتے ہیں۔

ان میں سے چند اسماء جیسے سر سید احمد خان، اور علامہ مشرقی وغیرہ نے اپنی تفسیری تصنیفات میں بعض آیاتِ قرآنیہ کے مفہوم کو عقل و سائنس سے مطابقت دینے کی سعی میں ایسے مطالب بھی اخذ کیے، جو ان آیات سے کسی طرح اخذ نہیں ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے ان کی تفسیری آراء کو تفسیر بالرائے مذموم میں شمار کیا ہے۔ سر سید کی "تفسیر القرآن"، اور علامہ مشرقی کی دس جلدوں میں مطبوع "تذکرہ" میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ علامہ مشرقی کی تفسیر کا غالب حصہ، ڈارون کے نظریہ ارتقاء، اصولِ فطرت، علمِ ارضیات کی جدید دریافتوں، اور علمِ فلکیات کی نئی بازیافتوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ علامہ مشرقی کی کتب، "تکملہ"، اور "حدیثِ قرآن" بھی سائنسی تفسیر کی ہی ایک شکل ہیں۔

سائنسی حقائق، جدید اکتشافات اور دیگر سائنسی دریافتوں کو قرآنی بیانات کے شواہد کے طور پر پیش کرنے

میں مفسرِ قرآن، مولانا مودودی کا حصہ بہت نمایاں اور معتبر ہے، جسے راسخ العقیدہ حلقوں میں سراہا گیا ہے۔

سلطان بشیر محمود کی سائنسی تفسیر:

عہدِ حاضر میں قرآن کی سائنسی تفسیر کا سب سے تفصیلی اور نمایاں کام جناب سلطان بشیر محمود، سابق ڈائریکٹر، پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کا ہے، جن کی سائنسی تفسیر "کتابِ زندگی "کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔اس کتاب کا پہلا ایڈیشن مئی میں چھپا۔ ہمارے زیرِ تبصرہ ،ساتواں ایڈیشن ہے، جو مئی ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا ہے۔تفسیر کے تعارف و تجزیے سے قبل، کتاب کے فاضل مصنف کے مختصر حالاتِ زندگی ذیل میں دیئے گئے ہیں۔

سلطان بشیرالدین محمود مختصر حالاتِ زندگی:

سلطان بشیرالدین محمود ایک نیوکلیئر انجینئر اور علومِ اسلامیہ کے ایک معروف سکالر تھے۔آپ قیامِ پاکستان سے قبل، متحدہ پنجاب کے اہم شہر امرتسر میں ۱۹۳۸ یا ۱۹۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد، چوہدری محمد شریف امرتسر کے ایک معروف زمیندار تھے۔ ۱۹۴۷ء میں ان کے خاندان نے بھارت سے پاکستان ہجرت کی، اور لاہور میں قیام پذیر ہوگئے۔

بچپن ہی سے ان میں ذہانت کے آثار نمایاں تھے۔ ایف اے تک تمام امتحانات امتیازی نمبروں سے پاس کیے، اور سکالرشپ حاصل کرکے پہلے گورنمنٹ کالج لاہور بعد ازاں یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور میں الیکٹریکل انجینیئرنگ کے شعبے میں داخلہ لیا۔۱۹۶۰ء میں الیکٹریکل انجینئرنگ میں آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ اپنی قابلیت کی بنیاد پر پاکستان اٹامک انرجی کمیشن (PAEC) کو جوائن کیا۔

مذکور ادارے کے توسط سے ۱۹۶۲ء میں برطانیہ میں مطالعہ کرنے کے لئے اسکالرشپ حاصل کی، اور ڈبل ماسٹر کی ڈگری کے لئے مانچسٹر یونیورسٹی چلے گئے۔ ۱۹۶۵ء میں آپ نے کنٹرول سسٹمز میں ماسٹرز پروگرام مکمل کیا، ۱۹۶۹ء میں مانچسٹر یونیورسٹی سے جوہری انجینئرنگ (Nuclear Engineering) میں ایک اور ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ مانچسٹر میں وہ مین ہیٹن پروجیکٹ پر بطور ماہر کام کرتے رہے، مغربی ذرائع ابلاغ کے بقول، وہ اس دوران جنوبی افریقہ کے سائنسدانوں کے ساتھ رابطے میں رہے، اور یورینیم افزودگی کے لئے جیٹ نوزل Jet Nozzel طریقہ پر تحقیق میں مشاورت میں شریک رہے۔

ڈاکٹر بشیرالدین محمود نے ۱۹۶۸ء میں پاکستان اٹامک انرجی کمیشن (PAEC) میں شمولیت اختیار کی۔ اس دوران جوہری سائنس اور ٹیکنالوجی کے مختلف نمایاں اداروں میں متعدد نمایاں لوگوں کے ساتھ کام کیا۔ وہ سویلین ری ایکٹر ٹیکنالوجی کے اہم ترین ماہرین میں سے ایک تھے۔ بھاپ پائپ میں SBM تحقیقات کی بنا پر

طبیعیات کمیونٹی میں انہیں بہت شہرت ملی۔اس مسئلے کا سامنا، دنیا بھر کے جوہری پلانٹس کو تھا اور آج بھی ان کا ایجاد کردہ آلہ دنیا بھر میں استعمال ہوتا ہے۔

پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو شروع کرنے اور اسے ہنگامی بنیادوں پر پروان چڑھانے میں دیگر سائنس دانوں کے ساتھ ان کا اہم کردار رہا۔۱۹۸۰ء میں انہیں خوشاب ایٹمی ری ایکٹر کا پروجیکٹ ڈائریکٹر متعین کیا گیا، جس میں ان کی کارکردگی مثالی رہی۔ ۱۹۹۸ء میں انہیں نیوکلیئر پاور ڈویژن کے ڈائریکٹر کے منصب پر مقرر کیا گیا۔ان کی خدمات کے صلے میں انہیں ستارہ امتیاز کے ایوارڈ سے نوازا گیا۔

۱۹۹۹ء میں پی اے ای سی کی طرف سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے اسلام اور سائنس کے باہمی تعلقات پر کتب اور مضامین لکھنا شروع کیے۔"امہ تعمیر نو (UTN) کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی ۔ سال ۲۰۰۰ء میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ جہاں افغانستان کا دورہ کیا، اور وہاں کے تعلیمی اداروں، ہسپتالوں، اور امدادی کام کی تعمیر نو پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔اسی بنا پر وہ امریکی و پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کے زیرِ تفتیش بھی رہے۔تاہم ان کے خلاف کسی غیر قانونی سرگرمی میں ملوث ہونے کے ثبوت نہ ملے۔

پاکستان کے معروف مذہبی سکالر ڈاکٹر اسرار احمد کی علمی وفکری معاونت بھی کرتے رہے۔انہوں نے سائنسی نظریات اور قرآنی علم کی روشنی کے موضوع پر پندرہ سے زائد کتب تحریر کی ہیں۔ان کی کتب میں سب سے زیادہ معروف کتاب "قیامت کے احوال اور موت کے بعد زندگی (Mechanics of the Doomsday and the Life after Death") ہے۔جس میں قرآنی تعلیمات اور سائنسی نظریات کی روشنی میں احوالِ قیامت کا تجزیہ کیا گیا ہے۔''معجزاتِ قرآنی''(Miraculous Quran) بھی ان کی اہم کتاب ہے،جس میں اسلام اور سائنس کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔سیرتِ نبوی ﷺ پر ان کی کتاب First and the Last کو شہرت ملی۔ وہ اس بات کے بڑے موید تھے کہ اسلام اور سائنس کے مابین کوئی تصادم و تنازعہ نہیں ہے،اور یہ ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔(۵)

پاکستان اٹامک انرجی کمیشن سے ریٹائرمنٹ کے بعد ۱۹۹۹ء میں انہوں نے انگریزی میں The Book of Life: A Scientific Interpretation of Quran کے نام سے قرآن کی تفسیر لکھنا شروع کی،جس کا بعد ازاں " کتابِ زندگی "کے نام سے اردو ترجمہ ہوا۔

مقاصدِ تفسیر:

جناب سلطان بشیر محمود اپنی سائنسی تفسیر کے مقاصد کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

یہ سائنسی تفسیر،تفکرِ قرآنِ حکیم کے سلسلہ میں لاتعداد کوششوں میں سے ایک کوشش ہے جس کا مقصد موجودہ زمانے کے مسائل (Contemporary Problems) کو اللہ کی کتاب کی روشنی میں سمجھنا اور دوسرے بھائی، بہنوں تک اس کے پیغام کو پہنچانا ہے، میرے مخاطب عام مسلمان ہیں جو زندگی کے گوناگوں مسائل کے حل کے لیے صراطِ مستقیم کے متلاشی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنا چاہتے ہیں۔ (۶)

مزید لکھتے ہیں:

میرے سامنے کلام اللہ کے متعلق علمی وضاحتیں پیش کرنا نہیں ہے بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ اللہ تعالی ہم سے کیا چاہتے ہیں ،اور اکیسویں صدی کے انسان کو قرآن کریم کیا دے سکتا ہے .اس کے علاوہ میرے سامنے ایسے مسلم نوجوان ہیں جو سائنس اور ٹیکنالوجی کی وجہ سے مغربی دنیا کے سامنے مرعوب ہیں،اور اپنی علمی پس ماندگی کی بنا پر مغربی حکماء کے خیالات کو غیر ضروری اہمیت دیتے ہیں،خصوصی طور پر سائنس کے نام سے کوئی بات کر دیجائے تو وہ اسے حرفِ آخر سمجھتے ہیں،جب کہ حقیقت یہ ہے کہ خالقِ سائنس دان سے بڑا کوئی سائنس دان نہیں، لہٰذا اشد ضرورت ہے کہ طبیعات اور مابعدالطبیعات کیکے حوالے سے قرآن کو سمجھا جائے۔(۷)

فاضل مصنف اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ علم الاشیاء کے متعلق سائنسی دریافتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے تاکہ قاری پر قرآنِ حکیم کے احکامات اچھی طرح واضح ہوں۔نیز یہ کہ کلام اللہ میں علم الاشیاء کے بارے میں جو نکات ہیں وہ سائنس کے لیے آخری معیار ہیں۔اور سائنس کی انتہاء قرآنِ حکیم کی ابتداء ہے، کلام اللہ سچائی ہے اور سائنس سچائی کی طرف ایک سفر ہے۔ (۸)

مصنف کی رائے میں قرآنِ حکیم کی تعلیم یہ ہے کہ سائنسدان چیزوں کی غرض و غایت کو سمجھیں کہ وہ کیسے انسان کے مقصدِ حیات کو پورا کر رہی ہیں اور یہ بھی کہ سائنس کا مقصد انسان ہی کی خدمت ہونا چاہیئے۔ نیز یہ کہ مسلمان سائنس دانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ غیر مسلم سائنس دانوں سے پہلے قرآنِ کریم کی روشنی میں انسان اور کائنات کے رشتہ کو واضح کریں اور آگے بڑھتے ہوئے انسان اور خالقِ کائنات کے تعلق کو ظاہر کریں۔ (۹)

تفسیر کے مصادر ومراجع:

مصنف نے جن مصادر سے اس تصنیف میں مدد لی ہے، ان کی فہرست طویل ہے۔تعلیمی، تدریسی وتحقیقی زندگی میں انہیں فزکس، کیمسٹری، بیالوجی ، اسٹرانومی وغیرہ کی اہم کتابوں کو پڑھنے کے مواقع ملے،ان میں موجود

مشہور سائنسی نظریات (Theories) کے حوالے جا بجا ان کی تفسیر میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں Readers Digest جیسی کتب سے بھی معلومات جمع کی گئی ہیں۔ تفسیری و دینی مصادر میں سے چند نمایاں کتب کے نام حسب ذیل ہیں۔

تفسیر ضیاء القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر نمونہ از علماءِ شیعہ، تذکیر القرآن از مولانا وحید الدین خان، لغات القرآن از مولانا عبدالرشید نعمانی، اور "تکملہ" از علامہ عنایت اللہ المشرقی، کتبِ احادیث میں صحیحین، کتبِ تصوف میں ''اللمع'' اور چند ہندو مصنفین کی کتابیں بھی شامل ہیں۔ مکمل فہرست تصنیف کے آخر میں موجود ہے۔

ذیل میں تفسیر کے مندرجات اور مشمولات کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

اسلوبِ تفسیر:

مصنف نے ہر سورت کے آغاز میں اس کے متعلق مختصر تعارف دیا ہے۔ ہر آیت کا ترجمہ دینے کے بعد اس سے متعلق تفسیری نگارشات پیش کی گئی ہیں۔ صاحبِ تفسیر نے اس کا التزام کیا ہے کہ ہر آیت سے متعلق جو بھی ممکنہ سائنسی نکات اس کے ذیل میں پیش کیے جاسکتے ہیں، انہیں مرتب انداز میں پیش کیا جائے، اور مصنف نے کسی بھی جگہ ایسی کوشش نہیں کی ہے کہ اگر کسی آیت کی شرح وتعبیر میں کوئی سائنسی نکتہ یا توجیہ نہیں پیش کی جاسکتی تو زبردستی اس کی سائنسی تشریح کی جائے، ایسے مقامات پر انہوں نے اس کے عمومی معانی تک بات کو محدود رکھا ہے۔ اسلوبِ تحریر سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے پیشِ نظر جدید تعلیم یافتہ طبقہ ہے، اور روایتی علومِ دینیہ کا فاضل طبقہ اس کا مخاطب نہیں ہے۔ مصنف نے جا بجا انگریزی الفاظ، اصطلاحات، تمثیلات استعمال کی ہیں۔

دینی احکام کے اسرار و مصالح سائنسی اسلوب میں:

مصنف نے متعدد مقامات پر دینی احکامات کی حکمتیں اور مصلحتیں اپنے سائنسی اسلوب میں پیش کی ہیں۔ یہ انداز جدید ذہن کو دین کی تفہیم اور شرعی احکامات کے ضمن میں ذہنی اطمینان بخشنے میں معاون ہوسکتا ہے۔

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

> بعض اوقات پوچھا جاتا ہے کہ سؤر کو حرام قرار دینے کی کیا وجہ ہے۔ ایک مسلمان کے لیے تو یہی کافی ہے کہ ربِّ کائنات کا حکم ہے، اس لیے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ حکم پر بلا چون وچرا عمل کیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ روحانی اثرات، اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہیں لیکن جدید سائنس نے ثابت کیا ہے کہ سوءر کا گوشت باقی جانوروں سے انسانی صحت کے لیے

زیادہ مضر ہے۔مغرب میں بہت ساری بیماریاں،خصوصاً دل اور جلدی بیماریوں کی زیادتی کی ایک بڑی وجہ سوءر کا گوشت بتائی جاتی ہے۔اس میں اس قدر کولیسٹرول کی مقدار ہے جو کسی اور گوشت میں نہیں پائی جاتی ہے۔یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جراثیموں کی سب سے بڑی آماجگاہ،سوءر کا گوشت ہے۔اس کے علاوہ گائے،بیل،بھینسیں،بکری کے مقابلہ میں یہ جانور انتہائی غلیظ ہے،حتی کہ اپنی غلاظت بھی کھالیتا ہے۔(۱۰)

عورتوں سے ایّامِ حیض میں مباشرت کی ممانعت کی سائنسی توجیہ بیان کرتے ہوئے مصنف کی رائے ہے کہ موجودہ سائنسی دریافتوں کے مطابق،حیض بگڑا ہوا خون ہے۔اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کا تقاضاوں کے مطابق ہر ماہ بچہ دانی میں کچھ خون پیدا ہوتا ہے،جس کا مقصد متوقع مہمان کی خوراک کا انتظام ہے،اگر حمل ٹھہر جاتا ہے تو اس کے کام آتاھے اور بچہ کو ضروری نشوونما کا سامان مہیا کرتا ہے،لیکن اگر بچہ کا وجود نہیں تو پھر کچھ دنوں بعد جسم اس کو ضائع کر دیتا ہے۔جب جسم اس خون کو باہر نکالنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ مخالف سمت سے کوئی بیرونی چیز بھی جائے،چنانچہ قدرتی طور پر عورت میں ان دنوں جماع سے رغبت ختم ہو جاتی ہے۔اور اگر خاوند اس سے یہ تعلقات قائم کرتا ہے تو یہ اس کی طبیعت پر ناگوار ہوگا۔چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کے احترام واکرام میں ماہواری کے دوران قربت کے تعلقات سے منع فرمادیا،لیکن اس ممانعت میں صرف عورت کا ہی نہیں بلکہ مرد کا بھی یکساں فائدہ ہے۔جدید سائنس نے معلوم کیا ہے کہ خون ہر چیز سے زیادہ جراثیم اور بیکٹیریا پکڑنے والی چیز ہے جو اپنی گزرگاہ سے گندگیاں اکٹھی کرتا جاتا ہے۔اور یوں ایک پلید،مضرِ صحت مرکب بن جاتا ہے۔چنانچہ جب مواد آدمی کے اعضاء کے ساتھ ملے گا تو کئی بیماریوں کا باعث بن سکتا ہے۔(۱۱)

سورہ آلِ عمران کی آیتِ کریمہ:

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَاءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (۱۲)

وہی ہے جو صورت بناتا ہے تمہاری ارحام کے اندر جس طرح کہ وہ چاہتا ہے۔نہیں ہے کوئی معبود اس کے سوا۔وہ غالب ہے حکمت والا،العزیز،الحکیم۔

اس آیت کے تحت سائنسی تفسیر بتاتے ہوئے فاضل مصنف کا نقطہ نظر ہے کہ جدید بائیولوجیکل سائنسز کے مطابق بچے کا پہلا خلیہ(cell) باپ اور ماں سے لیے گئے سپرم اور انڈے کے ملنے سے بنا ہے۔ان میں سے ہر ایک،کروموسومز پر مشتمل ہوتا ہے۔باپ سے اور ماں سے۔یہاں یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ سارے قرآن کریم میں مرد (الرجل)،اور عورت (امرأۃ) کے لیے بھی،دفعہ یہ الفاظ آئے ہیں۔ان کے مرکب سے خلیہ

کے جینز (Genes) بنتے ہیں، اور پھر اس کے مطابق اس خلیہ سے دو، چار، آٹھ، سولہ، بتیس، علی ھذ القیاس خلیات بنتے جاتے ہیں۔ یوں بچہ رحم کے اندر انتہائی مشکل حالات میں پروان چڑھنا شروع ہوتا ہے۔ سیکولر سائنس دان اس سارے عمل کو اتفاق کا نتیجہ بتاتے ہیں، ایک مسلمان کے نزدیک، جیسا کہ آیت مبارکہ میں کہا گیا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طاقت اور حکمت سے ہوتا ہے۔ (۱۳)

سورۃ البقرۃ کی آیت:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِىۡ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِمَا يَنۡفَعُ النَّاسَ (١٤)

اس آیت کی مختصراً عام فہم تفسیر بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

۱۹۸۷ء کے لگ بھگ امریکہ کے سب سے بڑے خلائی تحقیق کے ادارے ناسا کے سائنسدانوں نے دیکھا کہ خلا میں برف کے بڑے بڑے پہاڑ یعنی برفانی شہابیے (ICEMeteorites) موجود ہیں۔ ان میں سے ہر روز ہزاروں کی تعداد میں زمین کا رخ بھی کرتے ہیں لیکن ہوا کے ٹکرانے کے بعد بھاپ بن کر ہوا ہی میں جذب ہو جاتے ہیں۔ یوں آسمانوں کا پانی زمین میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور یہ عمل اربوں سال سے ہو رہا ہے۔ ابتدا میں یہ عمل بہت تیز تھا۔ (۱۵) اس طرح مزید اسی قسم کی تفصیلات بہم پہنچائی ہیں۔ (۱۶)

انزل من السماء ماءً کی سائنسی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> عام طور پر تو ہم یہی دیکھتے ہیں کہ پانی زمین کے اندر سے نکلتا ہے یا بارش سے گرتا ہے لیکن یہاں تو بڑی شان سے بتایا گیا ہے ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا۔ ہمارا مشاہدہ اس بات کی تصدیق نہیں کرتا لیکن بیسویں صدی میں ہونے والی سائنسی دریافتیں اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ واقعی پانی آسمان ہی سے نازل ہوا تھا بلکہ آج کل بھی لاکھوں ٹن پانی ہر سال زمین پر آسمان سے برفانی شہابِ ثاقب کی شکل میں نازل ہوتا ہے۔ ناسا (NASA) نے ۱۹۸۰ء کی دہائی میں یہ مشاہدہ کیا کہ آسمانوں کی طرف سے بہت بڑے بڑے برفانی تودے زمین کی طرف گرتے رہتے ہیں لیکن اس کی فضائی چھت کی رگڑ کی وجہ سے اوپر ہی بخارات میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ یہ پانی زمین کی طرف پہنچتا ہے۔ (۱۷)

اس ضمن میں مزید مفید معلومات دی ہیں۔ (۱۸)

"کتابِ زندگی" میں قلب اور دماغ میں فرق و تناسب پر تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ مصنف کے خیال میں

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۷۴ ے پھر تمہارے قلب سخت ہوگئے جیسے کہ وہ مثل پتھر کے ہوں " سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قلب ہے کیا چیز؟ اس بات پر بہت اختلاف ہے اور یہ اختلاف صرف مفسرین ہی میں نہیں بلکہ پوری سائنس ابھی تک Mind اور Brain کے فرق کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ جب سے جین Gene دریافت ہوئی ہے اور یہ پتہ چلا ہے کہ ہر جرثومہ Cell بذاتِ خود انسان کی شخصیت کا ڈیزائن ہے جس میں وہ ایسے بند ہے جیسے بیج کے اندر پورا درخت، ایسے معلوم ہوتا ہے کہ قلب جین کی شعوری کیفیت کا نام ہے چوں کہ ہر انسان کھربوں جینز کا مجموعہ و امتزاج ہے اسلئے ہم کہ سکتے ہیں کہ ان کھربوں جینز کا مجموعی شعور انسانی قلب ہے جو انسان کی پوری شخصیت کی عکاسی کرتا ہے اور اس کا مرکز دل ہے۔ جینز کی مثال کمپیوٹر کے سافٹ ویئر سے دی جاتی ہے۔(۱۹)

ہر ایٹم قلب رکھتا ہے:

آیت قرآنی وان منها لما یهبط من خشیة الله۔۔۔کی تفسیر میں لکھا ہے" مطلب یہ کہ بے جان سے بے جان چیز تک کے ذرات Atoms میں اپنے خالق کا شعور ہے، وہ اس کے بنائے ہوئے قوانین کو یاد رکھتے ہیں اور دیئے گئے فرائض کی ادائیگی میں ہردم مستعد ہیں۔ یہ نظریہ کہ نیم ایٹمی ذرات sub atom particles کی یادداشت ہے ۱۹۳۵ء میں پیش کیا گیا تھا اور ۱۹۸۵ء میں پیرس یونیورسٹی میں آلین آسپکٹ سائنس دان نے تجرباتی طور پر یہ ثابت کیا کہ اگر دو ذرے کروڑوں میلوں تک بھی علیحدہ علیحدہ کر دیئے جائیں، وہ پرانی رفاقت کو نہ صرف یاد رکھتے ہیں بلکہ کسی غیر مرئی طاقت کے بل پر جانتے ہیں کہ ان کا دوست ذرہ اس وقت کیا کر رہا ہے۔(۲۰)

السمٰوات والارض کی سائنسی تعریف کرتے ہوئے دل چسپ علمی نکات کی طرف توجہ دلائی ہے، جس سے قرآنِ حکیم کی سائنسی اہمیت عیاں ہوتی ہے۔ (۲۱)

ایک جگہ اسی حوالے سے رقم طراز ہیں:

> The metaphors used in the Holy Quran aw always of great scientific significance. For example, the name of Al-Arz in Arabic means some thing round and which rotates on itself. That is the scientific description of our earth also. (22)

اختتامِ کائنات کی متعدد مقامات پر مدلل سائنسی توجیحات کی ہیں، ایک جگہ لکھا ہے:

> Thus it is law of nature that nothing is everlasting. It is the same as the 2nd law of thermodynamic postulates that entropy must increase with time, order must give in to disorder ultimately. Everything that has a beginning shall meet its

end.(23)

حیاتیاتی میدان میں ہونے والی دریافتوں کو بھی قرآنی تعلیمات کے مطابق قرار دیا ہے جیسا کہ DNA کو تقدیر کے مماثل قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں

It has been discovered that genetic messages recorded in theDNA of a mans cell , is like the destiny programmed in the cell at the embryonic stage i.e. our destiny is written down much before our birth. (24)

فاضل مصنف کی رائے میں تمام سائنسی دریافتیں پہلے سے ہماری فطرت (Gene) کے اندر بند ہیں اور یہ پہلے سے موجود علم کی پہچان ہیں۔ (۲۵)

مصنف نے بعض مسائل میں جمہور مفسرین اور دیگر علماء سے ہٹ کر ایسا موقف اختیار کیا ہے۔(۲۶) جس کی اگرچہ علمی بنیاد موجود ہے، تاہم یہ موقف قبولِ عام حاصل نہ کر سکا اور راسخ العقیدہ علماء نے اس کے حاملین کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ جیسے قرآن میں نسخ کا انکار، نبی کریم ﷺ پر جادو ہونے کا انکار وغیرہ۔(۲۷)

آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں ترتیب:

ثم استویٰ الی السماء فسوٰھن سبع سمٰوٰت (۲۸) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آیہ مبارکہ ۲۹ میں لفظ ثم سے ایک الجھاو پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین کو پیدا کیا اور پھر آسمانوں کو، جب کہ سائنسی حقائق یہ بتاتے ہیں کہ آسمان پہلے بنے تھے، کائنات کی زندگی ۱۵ ارب سال ہے۔ اور اس میں ہماری زمین کی زندگی زیادہ سے زیادہ پانچ ارب سال ہے۔ اس الجھاو کی وجہ لفظ "ثم " کا ترجمہ "پھر " کرنے کی وجہ سے ہے لیکن ہمارے نزدیک اس میں کوئی اشکال یا الجھاو نہیں، دراصل ثم ترتیب لے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور "اسی طرح "Like Wise کے لیے بھی "(۲۹)

آیاتِ قرآنیہ سے مستنبط شرعی احکام اور ریاضاتی ہندسوں میں حیران کن تعلق بھی بیان کیے ہیں۔(۳۰) تاہم اس پر متعدد اعتراضات وارد کیے جا سکتے ہیں: جیسے مصنف نے "قرآن کا معجزاتی حسابی نظام "کے عنوان سے قرآن کا مرکزی و بنیادی ہندسہ کو قرار دیا ہے، جو کہ بنیادی طور پر مصری ڈاکٹر راشد خلیفہ کی دریافت ہے۔ مصنف نے پورے قرآن سے متعدد ایسے شواھد جمع کئے ہیں جن کے مطابق قرآن میں کا عدد کارفرما ہے۔ مثلاً

۱)۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف کی تعداد ہے۔

۲)۔ اللہ کا نام دفعہ قرآن میں آیا ہے۔

۳)۔پہلی وحی کے الفاظ ہیں۔

۴)۔قرآنِ حکیم کی سورتوں کی تعداد ہے جو کا حاصلِ ضرب ہے۔

۵)۔قرآنِ حکیم کی سب سے آخری نازل ہونے والی سورت "النصر "کے الفاظ ہیں۔

اوراسی طرح کی دیگر مثالیں اخذ کر کے قرآن میں کے نظام کو ثابت کیا ہے،اوراسے معجزہ کہا ہے۔(۳۱)

مقالہ نگار کی نظر میں اگر اسے معجزہ تسلیم کرتے ہوئے قرآن میں کے عدد کی کارفرمائی کو تسلیم کر لیا جائے، تو کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

الف)۔معجزہ دلیلِ نبوت ہوتا ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معجزہ کو دلیلِ نبوت کے طور پر پیش کیوں نہیں فرمایا؟

ب)۔معجزہ اس قدر خفیہ و پوشیدہ نہیں ہوتا کہ امت کی اکثریت سے اتنا عرصہ پوشیدہ رہے۔

ج)۔جس طرح مصنف نے قرآن میں کے عدد کی کارفرمائی کی مثالیں دی ہیں، ایسے ہی متعدد ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جن میں کے عدد کا کوئی دخل نہیں،تو اس کے وہاں نہ ہونے کی کیا توجیہ ہوگی؟ مثال کے طور پر قرآنِ حکیم کی سورتیں ایسی ہیں،جن کی آیات کی تعداد نہ تو ہے اور نہ کا حاصلِ ضرب۔

قرآنِ حکیم میں مصادرِزکوۃ آٹھ بیان ہوئے ہیں،آسمانوں کی تعداد سات بیان کی گئی ہے۔اولین وحی کی نازل کردہ آیات کی تعداد پانچ ہے، وغیرہم۔

مصنف کی رائے میں جدید سائنس، اگر مُردہ کو زندہ کرنے کا کوئی طریقہ دریافت کر لیتی ہے تو یہ بھی قرآنِ حکیم کی تعلیمات کے خلاف نہیں ہے۔ (۳۲)

الغرض زیرِ تبصرہ تفسیر کو قرآنی تعلیمات اور سائنسی نظریات میں تطبیق کی کامیاب کوشش کہا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) فضل کریم، ڈاکٹر: قرآن اور جدید سائنس، فیروز سنز، لاہور، ص ۱۸

(۲) ایضاً، ص ۲۹

(۳) ایضاً، ص ۲۷

(۴) ایضاً، ص ۲۴

(۵) یہ تمام تفصیلات انٹرنیٹ پر دستیاب انسائیکلوپیڈیا "وکیپیڈیا" کے درج ذیل ایڈریس سے لی گئی ہیں
https://en.wikipedia.org/wiki/Sultan_Bashiruddin_Mahmood dated: 21-02-2016

(۶) بشیر الدین محمود: کتابِ زندگی، ص ۱۴، القرآن الحکیم ریسرچ فاونڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ۲۹۷

(۷) ایضاً

(۸) ایضاً، ص: ۱۷

(۹) ایضاً، ص: ۷۱

(۱۰) ایضاً، ۲۹۷

(۱۱) نفس مصدر

(۱۲) آل عمران: ۳:۶

(۱۳) کتابِ زندگی، ۳۹۸-۳۹۹

(۱۴) البقرۃ۔۲:۱۶۴

(۱۵) کتابِ زندگی، ۲۱۴

(۱۶) مزید دیکھیے! کتابِ زندگی ص: ۳۴۱،۲۱۵، ۱۶۷ وغیرہم

(۱۷) کتابِ زندگی، ص ۶۹

(۱۸) کتابِ زندگی، ص ۴۳۴

(۱۹) کتابِ زندگی، ص ۱۱۷

(۲۰) کتابِ زندگی، ص ۱۱۸

(۲۱) کتابِ زندگی، ص ۴۳۹

(۲۲) کتابِ زندگی، ص ۴۳۳

(۲۳)　بشیرالدین محمود: کتابِ زندگی،ص ۴۲۷

(۲۴)　بشیرالدین محمود: کتابِ زندگی،ص۴۵۲

(۲۵)　کتابِ زندگی،ص ۶۷

(۲۶)　کتابِ زندگی، ۱۵۴،۱۴۷

(۲۷)　امام جصّاص نے نبی ﷺ پر جادو ہونے کا، جب کہ امام ابومسلم اصفہانی، عبیداللہ سندھی وغیرہ نے قرآن میں نسخ کا انکار کیا ہے۔

(۲۸)　البقرہ:۲۹

(۲۹)　کتابِ زندگی،ص ۱۷

(۳۰)　کتابِ زندگی، ۵۶۸۔۵۶۹

(۳۱)　کتابِ زندگی، ۵۶۰۔۵۷۵

(۳۲)　کتابِ زندگی،ص ۱۱۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆